بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-4
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلہ]
01-26 (2018ء)

*سیف اللہ بھٹو، **ڈاکٹر حمید اللہ بھٹو

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سماجی اصلاحات

ABSTRACT: Human rights are an important issue of every century. The importance of this issue has increased immensely in this age of information and technology where every person is well aware of his rights, among which is social justice. Islam has designed rules and regulations for social justice. It has provided a well-balanced system for it, has made people aware of their social rights, and encouraged them to get those rights. The life and teachings of Prophet Muhammad S.A.W are true reflections of a social justice system that is needed in this age. The Prophet's last sermon delivered at the occasion of *Hajjatul Wida* is considered to be the first detailed charter of human rights. He mentioned in that sermon the value of life, property and the esteem of a human being. Islam urges Muslims to deal with women, the oppressed, orphans, those in debt, laborers, neighbors and non-Muslims with sympathy and equality. This article attempts to present the true teachings of Islam regarding social justice, in light of the Quran and the Prophet's life.

کلیدی الفاظ: سماجی مساوات، انسانی حقوق، عورتوں کے سماجی حقوق، اسلام کا سماجی سرشتہ

* ائسوسیئیٹ پروفیسر، قائد عوام یونیورسٹی، نواب شاہ۔ای میل: **bhuttosaifullah@quest.edu.pk**
** اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سندھ، میرپور خاص کیمپس۔ای میل:

تعارف:

جب ہم انسانی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں انسانیت کے اس گلستان میں ہر طرح کے پھول کھلکھلاتے ہوئے نظر آتے ہیں، انسانیت کے اس گلستان میں ایک طرف جہاں لاکھوں ایسے پھول نظر آتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں آنے والے لوگوں کے لیے ایک مثال کے طور پر پیش کیں، وہیں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنے علم وطاقت دولت اور تلوار کے زور پر انسانیت کو اپنے آگے سر نگوں کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان میں کوئی بادشاہ تھا تو کوئی سپہ سالار، کوئی نامور حکیم تھا تو کوئی فلاسافر، کوئی شاعر تھا تو کوئی بیش بہا خزانوں کا مالک۔

کیا ان لوگوں کی زندگیاں انسانیت اور انسانی معاشرے کو کوئی فائدہ دے سکیں؟ انسانی معاشرے سے ظلم، ناانصافی اور جہالت کے بادل چھٹ گئے؟ کیا مظلوم اور محکوم انسانی معاشرے کو امن و سکون کی کرن نصیب ہوئی؟ کیا مجبور اور محکوم انسانیت کے لبوں پر امن و آزادی کے گیت سنائی دینے لگے؟ نہیں کبھی بھی نہیں۔

تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ اس وقت معاشرے کے کسی بھی کونے میں جو ادب، اخلاق، امن وانصاف، انسانیت اور معاشرتی اقدار کی روشنی ملتی ہے، وہ کسی نہ کسی دور کے نبی کی دعوت و تبلیغ کا ثمر ہے، جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے سامنے اپنا اعلیٰ اخلاق و کردار پیش کیا۔

ان انبیاء کرام میں حضرت محمد ﷺ بھی شامل ہیں۔ جس نے اپنے اخلاق و کردار، نیکی اور توحید کی روشنی سے پورے انسانی معاشرے کو نور سے منور کر دیا۔

آپ ﷺ کو سب سے پہلے جس معاشرے سے واسطہ پڑا وہ عرب کا بدو معاشرہ تھا جس میں دور دور تک انتشار تھا، ایک انسان دوسرے انسان سے متصادم اور بر سر پیکار تھا، عصبیت کے نعرے اور قوم پرستی کا عروج تھا۔ جنگ و جدل اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا، شراب، زنا، بدکاری اور دھوکہ دہی کے بادل انسانی معاشرے پر سایہ فگن

تھے، مذہب کے نام لیواؤں نے ہی مذہب کو دوکانداری کا رنگ دے رکھا تھا. طاقتور لوگوں نے کمزور اور بے بس لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا.

ان حالات میں ایک شخص معاشرے کی تبدیلی کا نعرہ بلند کر کے تن تنہا اٹھ کھڑے ہوتا ہے، ان مایوس کن حالات میں نہ وہ گھبراتا ہے اور نہ ظلم و استبداد کے نہ ختم ہونے والے سلسلے سے ڈر کر معاشرہ کی اصلاح کی مہم سے دستبرداری کا اعلان کر کے دنیا کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ جاتا ہے بلکہ اس نے ظلم کے گردابوں سے لڑ کر بدی کے طوفانی موجوں میں ہچکولے کھاتی انسانیت کی نیا کو پار لگایا اور ساری انسانیت کے لیے امن و سلامتی کا راستہ کھول دیا، اس نے ایک آواز بلند کی:

ترجمہ: "لوگو! مجھے انسانیت کے اقدار کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے".[i]

اس کے پاس ایک دعوت اور پیغام تھا، ایک انقلاب اور جدوجہد تھی، ایک فکر اور تڑپ تھی، ایک احساس، لگن اور ہمت تھی، اس انے اپنے اخلاق و کردار سے پوری انسانیت کو دعوت دی، اور پھر اپنے اعلیٰ اخلاق سے انسانوں کے لیے مشعل راہ بن گیا.

اگر کوئی دولتمند تاجر ہے تو بی بی خدیجہ کے تاجر کے حالات پڑھ کر دیکھے، اگر کوئی یتیم ہے تو بی بی آمنہ کے لال پر نظر ڈالے، اگر کوئی مظلوم قیدی ہے تو شعب ابی طالب کے قیدی کے کردار کو اپنے سامنے رکھے. کوئی مہمان ہے تو ابو ایوب انصاری کے مہمان پر نظر ڈالے، اگر کوئی مزدور کی زندگی کو دیکھنا چاہتا ہے تو مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی کرنے والے مزدور کو دیکھے.

کوئی بادشاہ ہو تو مدینے کے شہنشاہ کی زندگی کا مطالعہ کرے، اگر کوئی سپہ سالار ہے تو بدر، احد و حنین کے سپہ سالار کو دیکھے، اگر کوئی استاد ہے تو صفہ کے معلم اور کوئی شاگرد ہے تو روح الامین کے سامنے بیٹھے شاگرد پر نظر ڈالے، اگر کوئی قاضی ہے تو مدینہ کی عدالت پر بیٹھے ہوئے قاضی کو دیکھے، اگر آپ شوہر ہوں تو بی بی عائشہ کے خاوند کو، اگر

آپ باپ ہیں تو بی بی فاطمہ کے باپ اور اگر آپ آقا ہیں تو زید بن حارثہ کے آقا پر اور اگر آپ دوست ہیں تو صدیق اکبر کے دوست کو دیکھیں.

غرض آپ ﷺ کا شخصی کردار، رحمت، شفقت، عبادت، ریاضت، شجاعت و سخاوت، عدالت، ایثار و قربانی، احساس ذمہ داری، عاجزی و انکساری، صبر و تحمل اور ثابت قدمی کے زیور سے مزین ھے اور انکی زندگی پوری انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ کی عملی تصویر ہے. اس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود بھی کر دیا:

"آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں". [ii]

آپ ﷺ کی عمر جب 30 سال ہوئی تو آپ ہر وقت عبادتِ الٰہی یا پھر خلقِ خدا کی خیر خواہی، اور فلاحی کاموں میں مصروف رہتے. اس دور میں ملک کے حالات انتہائی ابتر تھے، اغوا اور چوری ظلم و ستم کا بازار گرم تھا، آپ ہمیشہ اس سوچ اور فکر میں رہتے تھے کہ ان خرابیوں کو کس طرح دور کیا جائے، مختلف قبائل کے سرداروں سے ملتے رہتے اور ان کو اس جانب توجہ دلا کر امن و انصاف اور فلاح معاشرہ کے لیے ان کو آمادہ کرتے تھے.

ان ابتدائی کوششوں کے نتیجے میں آخرکار ایک انجمن وجود میں آئی، جس میں بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم کے لوگ شامل تھے، [iii]

اس انجمن میں شامل ہونے والے لوگوں نے مندرجہ ذیل باتوں پر اتفاق کیا:

1- ہم ملک میں امن قائم کریں گے.
2- ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے.
3- غریب اور مظلوم لوگوں کی مدد کریں گے.
4- ظالم اور جابر لوگوں کو ظلم سے روکیں گے.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بنیادی کوششوں کی وجہ سے مکہ کے اس انسانی معاشرے میں عدل وانصاف کا بول بولا ہونے لگا۔ لوگوں کی جان ومال محفوظ ہوگئی اور معاشرے میں محبت واخوت کے پھول کھلکھلانے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماجی انصاف کا دائرہ کسی ایک طبقے، قوم یا فرد تک محدود نہیں تھا، بلکہ پوری انسان ذات تک پھیلا ہوا ہے، اس میں چھوٹا، بڑا، مرد، عورت، مسلمان اور غیر مسلم سب شامل ہیں کیونکہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ساری مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ[iv].

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، اور مخلوق میں سے سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

پھر اس انسانیت کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیکر ان کو آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا۔

لاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا[v].

ترجمہ: تم ایک دوسرے کے ساتھ نہ بغض رکھو نہ حسد کرو، نہ منہ پھیرو، اللہ کے بندو تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

ایک اور حدیث میں انسانیت کے اقدار کو اجاگر کیا گیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاَ يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لاَ يَرْحَمُ النَّاسَ[vi].

جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

آج کا انسانی معاشرہ سماجی انصاف کے بحران سے گذر رہا ہے۔ ہر طرف مایوسی اور محرومی ہے۔ عدل وانصاف کا فقدان اور ظلم وجہالت کا دور دورہ ہے، ہر طرف ایک متوازن سماجی نظام کی تلاش ہے جو انسانیت کو امن وسکون اور خوشحالی دے سکے۔ لوگوں کی احساس محرومی کو ختم کرکے عدل وانصاف کا بول

بالا کرے، اور انسانی معاشرے کو سماجی انصاف سے بھر دے۔ اس دنیا میں کئی لوگوں نے سماجی انصاف کے لیے مختلف دور میں مختلف حل اور نظریے پیش کیے۔ لیکن انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نہ لوگوں کے مسائل حل ہوئے، نہ لوگوں کی احساس محرومی ختم ہوئی اور نہ ہی انسانی معاشرے سے ظلم، جہالت اور ناانصافی کے کالے بادل چھٹے، صدیوں سے انسانی معاشرہ جس سماجی انصاف کی تلاش میں ہے وہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سیرت کے سائے میں مل سکتا ہے۔

سماجی انصاف:

سماجی انصاف کا یہ مطلب ہے کہ انسانی معاشرے کے ہر فرد کو ایک نظر سے دیکھا جائے، سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا جائے، دولت کی تقسیم کے انتظامات انصاف کی بنیاد پر کیے جائیں، ہر فرد کو آگے بڑھنے کے ایک جیسے مواقع فراہم کیے جائیں۔امیر و غریب کے فرق کو مٹا کر سب کو انصاف کی ایک صف میں کھڑا کیا جائے۔ذمہ داریوں اور حقوق کا تعین کر کے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کوئی بھی فرد اپنے حق سے محروم نہ رہ جائے اور نہ کوئی فرد احساس محرومی کا شکار ہو.

اسلام نے سماجی انصاف کے واضح اصول مقرر کیے ہیں۔ عدل وانصاف کے لیے ایک نظام دیکر لوگوں کو اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کے لیے آمادہ کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلَمَتِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ [vii].

ترجمہ:"جو شخص اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے اور مظلوم ہو تو وہ شہید کے رتبہ پر ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے بھی لوگوں کو حکم دیا ہے کہ انسانوں کے درمیان انصاف کرو:

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالْعَدْلِ [viii].

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تمہیں انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے"۔

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی [ix].

ترجمہ: "جب کوئی بات کہو تو انصاف کی کہو چاہے معاملہ اپنے رشتہ داروں کا کیوں نہ ہو"۔

اسلام نے انسانیت کو سب سے اعلیٰ درجہ دیا ہے۔ یہ اتحاد و اتفاق کا داعی ہونے کے ساتھ ساتھ مساوات کا علمبردار بھی ہے۔ اسکی نظر میں حسب و نسب کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ انصاف کی صف میں سب برابر ہیں، اس نے ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا. وَ مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا وَ لَقَدْ جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ، ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ [x].

ترجمہ: "اس لیے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا کہ جس نے بھی کسی انسان کو سواء خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کیا تو گویا کہ اس نے تمام انسانیت کا قتل کیا اور جس نے بھی کسی ایک انسان کی زندگی بچائی گویا کہ اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی"۔

اسلامی سماج قوم، قبیلہ، مذہب، مسلک، اور رنگ و نسل سے پاک ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ، اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ [xi].

ترجمہ: "اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یاد رکھو! اللہ کی نظر میں تم میں سے سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب جاننے والا اور باخبر ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ۹ ذوالحج ۱۰ ہجری کو عرفات کے میدان میں جو خطبہ دیا وہ سماجی انصاف کا نچوڑ ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! جہالت کے سارے طور طریقے میرے پاؤں کے نیچے ہیں، کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، جو خود کھاؤ وہی اپنے غلام کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی اپنے غلاموں کو پہناؤ۔ اور عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے اوپر حقوق ہیں، اور تمہاری جان، مال اور عزت ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں۔[xii]

ایک موقعہ پر جب بنو مخزوم قبیلے کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو قریش کے لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کو سفارشی بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم سے پہلے کی قومیں اس لیے ہلاک ہوگئیں کہ اگر ان میں سے کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اس کو معاف کر دیتے اور اگر کوئی کمزور شخص جرم کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔[xiii]

جنگ بدر کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے تو غلطی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی مبارک حضرت سواد کے پیٹ پر لگ گئی۔ اس صحابی رسول نے ایک موقعہ پر قصاص کا مطالبہ کیا تو اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اپنی قمیص مبارک اوپر کر کے اپنی چھڑی حضرت سواد کے حوالے کر کے بدلہ لینے کی اجازت دی۔[xiv]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوپھی کی بیٹی حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنھا جو قریش کے ایک معزز خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھتی تھیں، اسکا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضہ سے کروا کر انسانی مساوات کی ایک زندہ مثال پیش کی۔

1- سماجی انصاف عورتوں کے ساتھ:

انسانی تاریخ کے تقریباً ہر دور میں اکثر عورت کو ایک کمزور مخلوق سمجھا گیا ہے۔ یورپی معاشرہ جو آج اپنے آپ کو انتہائی مھذب معاشرہ کہلواتا ہے، اس معاشرے میں نصف صدی قبل تک عورت کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے چودہ سو سال قبل عورت کو ظلم اور جہالت کی زندگی سے نکال کر معاشرے میں عزت واحترام کا مقام دیا۔ عورت کے ساتھ سماجی انصاف اور اسکے حقوق مقرر کرکے اسکی احساس محرومی ختم کی، عورت کو وہ سارے سماجی حقوق دیے جو اس معاشرے میں مرد کو حاصل تھے۔ اسلام انسانی معاشرے کی مضبوطی اور بقا کے لیے عورت کے حقوق کو لازمی قرار دیتا ہے تاکہ عورت اس معاشرے کی تعمیر وترقی کے لیے اپنا کردار ادا کر سکے اسلام نے عورت کو سماجی حقوق خالص انسانی جذبے کے تحت دیے ہیں نہ کہ کسی مادی، معاشرتی یا معاشی دباؤ کی وجہ سے. اسلام نے نہ صرف عورت کو معاشی بوجھ سمجھ کر اس کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کرنے والوں سے اعلان جنگ کیا بلکہ اس عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی بنا کر اسکے مستقل حقوق مقرر کیے۔ عورت کو اسلام کی طرف سے عطا کردہ حقوق میں سے بعض کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:

الف: زندہ رہنے کا حق:

دورِ جہالت میں انسانی معاشرے میں عورت کی پیدائش کو معیوب سمجھا جاتا تھا، اس لیے بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کرنے کا رواج تھا۔ اسلام نے اس روش کو ختم کیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا۔[xv]

"اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم انہیں رزق دینگے اور آپ کو بھی، درحقیقت ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے"۔

ب: پرورش کا حق:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ۔[xvi]

"جس شخص نے اپنی دو بیٹیوں کی جوانی تک پرورش کی تو قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح ایک ساتھ ہونگے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کو آپس میں ملالیا"۔

ت: تعلیم کا حق:

آج کی جدید دنیا عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے جتن کر رہی ہے۔ اقوام متحدہ اور دوسرے عالمی اداروں کی جانب سے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سیکڑوں منصوبے شروع کیے گئے ہیں جن کے ذریعے عورت کو علم حاصل کرنے کے لیے آمادہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن اسلام کی شان دیکھیے جس نے صدیوں پہلے عورت کی تعلیم کے لیے آواز بلند کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرنا مرد اور عورت پر فرض ہے۔

نہ صرف علم بلکہ عورت کی تعلیم کے ساتھ تربیت کرنے پر بھی خاص توجہ دلائی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ.[xvii]

"جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی اور انکو تعلیم وتربیت دیکر ان کی شادی کروائی اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا تو اسکے لیے جنت واجب ہے"۔

ث: نکاح کا حق:

اسلام نے عورت کو اسکی زندگی کے اہم معاملات میں اپنی رائے دینے کا پورا حق دیا۔ اور عورت کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ اس پر مسلط کرنے سے منع کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ.[xviii]

"بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کا نکاح ان کی رائے کے بغیر نہیں ہوگا، اور باکرہ (کنواری) عورت کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر نہیں ہوگا"۔

ج: مہر کا حق:

اسلام نے مرد کو حکم دیا ہے کہ وہ جس عورت سے نکاح کرو تو لازمی طور پر اس کو حق مہر ادا کرے اسکے بغیر نکاح جائز نہیں ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً.[xix]

"اور عورتوں کو حق مہر خوشی خوشی سے ادا کرو"۔

مہر میں ادا کی گئی رقم عورت کی ملکیت ہوگی۔ مرد کو اس پر تصرف کا حق حاصل نہیں، جب تک کہ عورت خود اجازت نہ دے۔ اگر عورت اپنی مرضی سے اس رقم کو خرچ کرے تو مرد کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ عورت کو روکے۔

ح: میراث کا حق:

دنیا کے مختلف معاشروں میں عورت کو مال اور جائیداد کے حق سے محروم رکھا جاتا تھا لیکن اسلام نے عورت کو چودہ سو سال پہلے مال اور جائیداد بنانے کا نہ صرف حق دیا بلکہ اسکو میراث کا حق دیکر اسکو معاشرے میں ایک مقام عطا کیا۔

ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْأَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا۔[xx]

"مردوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو انکے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ کر گئے ہوں۔ اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو انکے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ کر گئے ہوں چاہے وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے"۔

ح: مال اور جائیداد رکھنے کا حق:

اسلام سے پہلے عورت کو ذاتی ملکیت رکھنے کا حق حاصل نہیں تھا، وہ جو کچھ کماتی تھی وہ اسکے باپ، بیٹے یا شوہر کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے عورت کو ذاتی ملکیت رکھنے کا حق دیا اور عورت کی ملکیت میں اسکی مرضی کے بغیر دخل اندازی کو غلط اور ناجائز قرار دیا۔

ارشاد ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ۔[xxi]

"جو کچھ مردوں نے کمایا ہے وہ انکا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے مال کمایا ہے وہ ان کا حصہ ہے"۔

ایک طرف اسلام نے عورتوں کو مہر، میراث اور مال وجائداد کے حقوق عطا کیے ہیں تو دوسری طرف ان کو نان نفقہ کی ذمہ داری سے آزاد کر کے یہ ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے۔

2- سماجی انصاف مظلوموں کے ساتھ:

کسی بھی معاشرے کی ترقی وخوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرے میں امن وسکون ہو اور ظلم وجبر کی روک تھام کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔ ظالم کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی ظلم وجبر کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اور مظلوم کی حمایت کرنے میں گذری۔ سیرت کی کتابیں اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہیں:

ایک دفعہ مکہ شہر میں قبیلہ اراش کا ایک فرد اپنے اونٹ بیچنے آیا، مکہ کے سردار ابو جھل سے اسکا سودا طے ہوگیا ابو جھل نے اسکے اونٹ اپنے قبضے میں کر کے اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا، قبیلہ اراش کا فرد خانہ کعبہ میں پہنچ کر قریش کے سرداروں سے فریاد کرنے لگا کہ میری رقم ابو جھل سے لیکر دو۔ اتفاق سے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کعبہ کے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، قریش کے سرداروں نے مزاح اور تماشے کے طور پر قبیلہ اراش کے فرد کو کہا کہ ہم اس معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتے ہاں البتہ کعبۃ اللہ کے ایک کونے میں جو شخص بیٹھا ہے اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد ضرور کرے گا۔ اراشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اپنی پوری بات سنائی اور عرض کیا کہ آپ میری مدد کریں اور ابو جھل سے میری رقم واپس دلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور اراشی کو ساتھ لیکر ابو جھل کے دروازے پر دستک دی، ابو جھل نے پوچھا کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد! یہ سن کر ابو جھل پریشان ہو کر باہر نکل آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کا ڈر کی وجہ سے رنگ فق ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جھل سے کہا تم نے اس اراشی سے اونٹوں کا سودا کیا ہے اور ابھی تک رقم نہیں دی، ابھی اس کو رقم حوالے کرو۔ ابو جھل نے کوئی لفظ کہے بغیر گھر گئے اور رقم لاکر اراشی کے حوالے کر دی۔[xxii]

سماج میں معاشی انصاف:

اسلام نے ذاتی دولت کی کوئی حد مقرر نہیں کی، لیکن دولت کے حصول کے لیے ایسی سخت شرائط رکھی ہیں کہ ایک شخص کی ذاتی ملکیت بھی خود بخود مفاد عامہ کا ذریعہ بن جاتی ہے، ان میں سے چند شرائط یہ ہیں:

۱۔ دولت جائز طریقے سے کمائی گئی ہو۔

۲۔ کسی کا حق سلب کرکے دولت حاصل نہ کی گئی ہو۔

۳۔ دولت اگر مخصوص حد (نصاب) تک پہنچ جائے تو اس میں معاشرے کا حصہ بن جاتا ہے جس کا ذکر سورہ التوبہ کی آیت ۶۰ میں ہے۔

۴۔ صدقات اور خیرات کی ترغیب دی گئی ہے جو اس حد نصاب سے الگ ہے جس کا ادا کرنا لازم ہے۔

۵۔ فضول خرچی اور کنجوسی سے پرہیز کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

زکواۃ معاشرے کا ایک اہم حق ہے جو معاشرے کے مالدار طبقے پر فرض ہے تاکہ ضرورت مند طبقہ بھی اپنی بنیادی ضرورتوں کو پورا کر سکے اور ساتھ ساتھ معاشی وسماجی مساوات بھی قائم رہے۔

اسلام اس چیز کا بھی سخت مخالف ہے کہ دولت صرف چند لوگوں کے پاس رہے۔ مالدار لوگ ہی دولت پر قابض رہیں اور باقی لوگ غربت اور محرومی کی زندگی گذاریں۔

سورۃ الحشر میں اللہ تعالی معاشرے کے دولت مند افراد کی دولت میں عزیزواقارب، یتیموں اور مسافروں کے حق بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دَوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ.[xxiii]

ترجمہ: "تاکہ دولت تم میں سے صرف مالدار طبقہ کے پاس نہ رہے"۔

قرآن کی اس آیت میں جو معاشی فلسفہ بیان کیا گیا ہے اگر صرف اس پر ہی صحیح طرح عمل کیا جائے تو دنیا کی غربت ختم ہو سکتی اور معاشرے سے طبقاتی حسد اور بغض کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اسلامی معاشرہ اپنے سماج میں کمزوروں، غریبوں، اور یتیموں کی کفالت اور بنیادی ضرورتوں کو پوری کرنے کا ذمہ دار ہے۔ معاشرے کے امیر لوگوں سے زکواۃ لیکر غریب اور حاجتمند لوگوں میں تقسیم کی جائی گی۔ اگر زکواۃ سے بھی غریب اور ضرورت مند لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو امیر طبقہ پر اس حد تک ٹیکس لگایا جا سکتا ہے جس سے ضرورت مند طبقہ کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اسلام اس چیز کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے کہ معاشرے میں لوگوں میں اتنا فرق آجائے کہ ایک طبقہ عیاشی کرے اور دوسرا طبقہ غربت کی وجہ سے خودکشی پر مجبور ہو۔ جب کسی معاشرہ میں معاشی مساوات کا فقدان ہوگا تو وہاں حسد، بغض، اور احساس محرومی جنم لے گی، جو معاشرہ کی جڑوں کو کھوکھلا کردے گی۔

اسلام نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں کسی ایک فرد نے بھی اگر بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ رات بسر کی تو ساری قوم گنہگار شمار ہو گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا أَهْلِ عَرْصَةٍ ظَلَّ فِيهِمُ امْرُؤٌ جَائِعٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللَّهِ.[xxiv]

"اگر کسی بستی میں کوئی اس حالت میں صبح اٹھے کہ وہ رات خالی پیٹ بھوک سے سویا تھا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے تحفظ کی ذمہ داری سے بری ہیں"۔

اسلام نے لوگوں کو کھانے کھلانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ.[xxv]

"جس کے پاس دو لوگوں کا کھانا ہو تو وہ تیسرے فرد کو بھی (مہمان بنا کے) ساتھ لیکر جائے اور اگر اس کے پاس چار لوگوں کا کھانا ہو تو پانچویں اور چھٹے فرد کو بھی ساتھ لے جائے"۔

ساتھ ساتھ اسلام نے دولت مند طبقہ کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ اپنی دولت کا ایک حصہ غریب اور نادار طبقہ پر خرچ کریں۔

ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔[xxvi]

"بیشک جن لوگوں نے ایمان لایا اور نیک کام کیے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں ان لوگوں کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے"۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ. لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔[xxvii]

"جو لوگ اللہ کے کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے مال انکو دیا ہے اس میں سے ظاہر و خفیہ خرچ کرتے ہیں، یہ لوگ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں نقصان کا کوئی بھی اندیشہ نہیں ہے، ان کے اعمال کا لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا بدلہ دے اور اپنی مہربانی سے اور بھی زیادہ نوازے، درحقیقت اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف کرنے والا اور قدر شناس ہے"۔

اسلام نے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو عذاب کی وعید بھی سنائی ہے جو معاشرہ میں اپنی دولت پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں اور دولت کی معاشرے میں گردش کے مخالف ہیں۔ وہ دولت گن گن کر اپنے ساتھ جمع کرتے ہیں اور غریب نادار اور معاشرے کے ضرورت مند طبقہ کے لیے اپنی دولت سے ایک حصہ نہیں نکالتے۔

ارشاد ربانی ہے:

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ۔[xxviii]

"اس طرح کے ناشکرے کو جہنم میں پھینکا جائے گا جو غریبوں کو دولت سے محروم رکھنے والا اور زیادتی کرنے والا اور دین اسلام کو سچا سمجھنے میں شک کرنے والا ہوگا"۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

و الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔[xxix]

"جو لوگ سون اور چاندی کے ذخائر جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سناؤ"۔

3- سماج میں مقروض لوگوں کے ساتھ انصاف:

انسانی معاشرے میں اگر کوئی شخص گردش ایام کی وجہ سے مقروض ہوجاتا ہے اور اپنا قرض وقت پر ادا نہیں کرسکتا تو اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ اس کے ساتھ احسان سے پیش آئیں:

ارشاد ربانی ہے: وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَة۔[xxx]

"اگر کوئی مقروض اور تنگ دستی میں مبتلا ہو تو اسکو خوشحال ہونے تک مہلت دو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى۔[xxxi]

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت میں خوش دلی اختیار کرتا ہے اور قرض کی واپسی کے تقاضے میں نرمی سے پیش آتا ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ،[xxxii]

"جو شخص قیامت کی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے تو اسکو چاہیے کہ تنگ دست مقروض کی مشکلات دور کرے یا پھر اپنے مطالبے میں کمی کرے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان قرض کی حالت میں فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے کوئی ملکیت نہ چھوڑی ہو اور اس کے وارثوں کو بھی قرض کی ادائگی کے لیے طاقت نہ ہو تو اس کی اطلاع مجھے دے دیا کرو میں خود اس کا قرض ادا کروں گا۔[xxxiii]

4- سماجی انصاف یتیموں کے ساتھ:

اسلام نے معاشرے میں یتیموں کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے حوالے سے قرآن مجید اور احادیث نبوی میں خصوصی احکامات دیے گئے ہیں:

ارشاد ربانی ہے کہ: وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ۔[xxxiv]

"یتیموں کا مال ان کے حوالے کرو اور خراب چیز کو اچھی چیز کے بدلے تبدیل نہ کرو"۔

یتیموں کی پرورش کرنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان یتیموں کا خیال اس طرح رکھیں جس طرح اپنے بچوں کی پرورش کے انتظامات کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچّوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے لاحق ہوتے۔ پس چاہیے کہ وہ خدا کا خوف کریں اور راستی کی بات کریں"۔[xxxv]

ظاہر ہے ہر بندہ چاہے گا کہ اسکی موت کے بعد اسکی اولاد کا اچھی طرح خیال رکھا جائے اور انکی پرورش ایسے آدمی کے ذمے عائد ہو جو بااخلاق، باکردار اور خدا ترس ہو۔ یہی سوچ اسے اپنے ذمہ یتیموں کی پرورش بہتر نمونے کرنے پر اکساتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک یتیم تھے اور یتیمی کے دور کا خود مشاہدہ کیا اور انہیں یتیموں کی احساس محرومی کا بخوبی اندازہ تھا اسی لیے ہی آپ یتیموں کا خاص خیال رکھتے تھے اور انکی دلجوئی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ میں ایک کی مجلس میں ایک یتیم بچہ غم کے مارے حاضر ہوا۔اور روتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں شخص نے میرے باغ پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے اور مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس شخص کو بلوایا جب وہ حاضر ہوا تو دونوں نے اپنا اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی باتیں سن کر جو فیصلہ صادر فرمایا وہ یتیم بچے کے خلاف تھا۔ یتیم بچہ نے اپنے خلاف فیصلہ سن کر زور زور سے رونے لگا اور زبان سے کچھ بھی نہیں کہہ سکا۔ اس یتیم بچے کو روتے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا کہ باغ پر واقعی آپ کا حق ہے لیکن اگر تم اپنا باغ اس یتیم بچے کو ھبہ کردو تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں ہمیشہ والا باغ عطا فرمائے گا۔[xxxvi]

5- سماجی انصاف مزدوروں کے ساتھ:

اسلام نے سماج میں مزدور کے حق کو مقدس قرار دیکر اسکو اجرت وقت پر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور مزدور کے حق کو دبانے اور تلف کرنے والے کو اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے ڈرایا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ قیامت کے دن تین ایسے لوگ ہونگے جن سے میں خود جھگڑا کروں گا ان میں سے ایک وہ ہوگا جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے پورا کام بھی لیا لیکن مزدوری دینے سے انکار کر دیا۔[xxxvii]

اسلام نے نہ صرف مزدور کی مادی ضروریات کو پورا کیا ہے بلکہ اسکی نفسیاتی ضروریات کو بھی مد نظر رکھا ہے۔مزدور کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اس کی محنت اور کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور اسکے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی مزدوری

اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں کو فوری طور پر پورا کر سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ۔[xxxviii]

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔[xxxix]

"اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا"۔

6- سماجی انصاف غلاموں کے ساتھ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے انسان ذات کی کوئی قدر نہیں تھی، انسان ذات کو مختلف رنگوں اور نسل وزبان اور مذہب کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ انسانوں کو غلام بنا کر جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اور پھر اس غلام کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ اسلام نے سب سے پہلے ایسے اصول وضع کیے اور اقدامات اٹھائے جن سے غلامی کا تصور آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔

ان میں سے چند اصول یہ ہیں:

۱۔ غلامی کی صرف ایک صورت جنگی قیدی کی حیثیت کے سواء باقی ساری صورتوں کو ختم کر دیا اور اس صورت میں بھی حکم دیا کہ ان سے معاوضہ لیکر یا پھر انسانی بنیادوں پر انکو آزاد کیا جائے۔

۲۔ ان غلاموں کے حقوق مقرر کیے۔

۳۔ مسلمانوں کو گناہ اور جرمانے کی صورت میں حکم دیا گیا کہ وہ غلاموں کو آزاد کریں۔
اور اس کے علاوہ بھی لوگوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ غلاموں کو آزاد کریں۔

۴۔ غلاموں کو تجارت اور کمانے کے حقوق دیے گئے۔

۵۔ غلاموں کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھنے کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ آپ جو خود کھاؤ وہی ان غلاموں کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انکو پہناؤ اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی غلام تمہارے لئے کھانا تیار کر کے تمہارے سامنے رکھے تو تم اس غلام کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ۔ اگر اس کو اپنے ساتھ کھانا نہیں کھلا سکتے تو اس کھانے میں سے کچھ حصہ اسکے لیے رکھو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلاَ تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ۔[xl]

"غلام لوگ تمہارے بھائی ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اختیار میں دے دیا ہے۔ جب ان میں سے کوئی غلام تمہارے اختیار میں آجائے تو جو تم خود کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ، جو تم خود پہنو وہ انہیں پہناؤ۔ اور ان غلاموں پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ برداشت نہ کر سکیں۔ اور اگر کوئی کام ان کی طاقت سے زیادہ ہو تو اس کام میں تم ان کی مدد کرو"۔

7- سماجی انصاف دشمنوں کے ساتھ:

اسلام نے میدان جنگ میں بھی دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے عدل اور احسان کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی بوڑھے، کمزور فرد کو قتل نہ کریں اور نہ کسی بچے اور نہ ہی کسی عورت کو قتل کریں اور نہ ہی مال غنیمت میں خیانت کریں، اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی اور احسان کریں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی عبادت گاہوں کے عابدوں کو قتل کریں۔[xli]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اصول ہوتا تھا کہ آپ رات کے اندھیرے میں دشمن پر حملہ نہیں کرتے تھے، بلکہ صبح ہونے کا انتظار فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مجاہدوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ دشمن کو آگ کا عذاب مت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی انسان کو آگ کا عذاب دے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ دشمنوں کو اذیتیں دے کر مت قتل کرو اور میدانِ جنگ میں بدعہدی بھی نہ کرو اور نہ ہی مقتول کے جسم کے اعضاء کو کاٹا جائے۔ نہ زخمی دشمن پر حملہ کیا جائے اور نہ بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے اور نہ ہی کسی قیدی کو قتل کیا جائے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جو لوگ قیدی بن کر آپ کے پاس حاضر ہوئے انکے کپڑے میلے ہوگئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو اچھے کپڑے دو تاکہ وہ اپنے کپڑے تبدیل کریں۔

جنگ احد کے موقعہ پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوگئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک جسم سے جاری تھا اور آپ اپنی پیشانی مبارک سے خون صاف کررہے تھے اور ساتھ یہ بھی دعا مانگ رہے تھے کہ:

اللهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ [xlii]

ترجمہ: "اے خدا میری قوم کو معاف فرما انہوں نے مجھے پہچانا نہیں"۔

ایک موقعہ پر یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثار گرفتار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ آپ کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی چیز ہے وہ ثمامہ کی طرف بھیجو۔[xliii]

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمایا۔

جب آپ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نرالی تھی، نہ فخر تھا نہ تکبر کے نعرے تھے نہ جشن تھا اور

نہ ہی انتقام کے نعرے تھے بلکہ عجز انکاری اور اللہ کی کبریائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک جھکا ہوا تھا اور سورۃ الفتح کی تلاوت میں مصروف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھا بیت اللہ میں تشریف لے گئے وہاں شکرانہ کے نفل ادا کیے۔ باہر لوگوں کا ہجوم اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے منتظر تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم الشان خطبہ دیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہوگئے تو کھڑے مجمعے پر ایک نظر ڈالی، ہر طرف خاموشی چھائی تھی لوگوں پر ہیبت اور دہشت طاری تھی یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا آپ کے خلاف قتل کے منصوبے بنائے آپ کے خلاف جنگ بدر واحد اور جنگ خندق کے موقعہ پر مقابلے میں آئے، آپ کے چچا اور ساتھیوں کو شہید کیا، آپ کے خاندان والوں کو شعب ابی طالب میں تین سال تک قید رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک نظر ڈالی اور ایک سوال کیا کہ لوگو! تمہیں پتا ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بے بس اور مجبور سر جھکائے لوگوں کے مجمعے سے صرف ایک ہی آواز بلند ہوتی ہے کہ آپ اعلیٰ ظرف اور انتہائی شریف بھائی اور اسکے بیٹے ہو۔

اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَانْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔[xliv]

ترجمہ: "آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے دشمنوں کو تو آزاد کردیا لیکن ان کے دلوں کو ہمیشہ کے لیے جیت لیا، ابو سفیان جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا، جنگ احد اور جنگ خندق کے موقعہ پر کفار مکہ کا سپہ سالار تھا اس نے کئی مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازشیں کیں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر

کہا کہ خوف نہ کرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے بدلہ نہیں لیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسکو معاف کیا بلکہ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو بھی امان دی جائے گی۔ اور اس کی بیوی ہندہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا، اسکو بھی معاف کر دیا۔

8- سماجی انصاف غیر مسلموں کے ساتھ:

انصاف کے حوالے سے اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا، اسلامی مملکت میں غیر مسلم شہری کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو ایک مسلم کو حاصل ہیں، ارشاد ربانی ہے:

لَا یَنْہٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِي الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْہِمْ۔[xlv]

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں کوئی جنگ نہیں کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے بے دخل کیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم زمین میں رہنے والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے لئے بھی حقوق مقرر کیے ہیں:

نجران کے عیسائیوں کے جو حقوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیے وہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"نجران اور اس کے قریب کے علاقے کے لوگوں کی جان ومال، ان کی زمینیں، ان کا مذہب، ان لوگوں کے چھوٹے بڑے موجود اور غیر موجود سب لوگ اللہ کی امان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں"۔[xlvi]

اسلام نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْه۔[xlvii]

ترجمہ: "اگر تمہارے پاس مشرکوں میں سے کوئی شخص پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دو"۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ربانی ہے: وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔[xlviii]

"اگر کفار صلح کے لیے آمادہ ہو جائیں تو تم بھی آمادہ ہو جاؤ"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک مسلمان نے ذمی اہل کتاب کو قتل کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے اہل ذمی کے قصاص میں مسلمان کو قتل کروایا کہ مجھ پر ذمیوں کے ساتھ کیا گیا معاہدہ نبھانے کی زیادہ ذمہ داری ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں بھیک جزیہ ادا کرنے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مانگ رہا ہوں۔ آپ اس یہودی کو اپنے ساتھ لیکر گئے اور اس کی مدد کی اور ساتھ بیت المال کے آفیسر کو لکھا کہ ایسے غریب لوگوں کو نظر میں رکھو اور ان سب کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضہ اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فاتح شام ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مسلمان کو ذمیوں پر ظلم کرنے سے روکو، ان کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور نہ ہی ان کا مال ناجائز طریقے سے نہیں کھاؤ اور جو شرائط اس کے ساتھ طے کر وان کو پورا کرو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ والوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا اس میں بھی لکھا گیا تھا کہ ان ذمیوں کی خانقاہ اور گرجا گھروں کو گرایا نہیں جائے گا اور نہ ہی ان کو ان کی عید کے دن ناقوس اور صلیب نکالنے سے روکا جائے گا۔

9- سماجی انصاف پڑوسیوں کے ساتھ:

اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ [xlix]

ترجمہ: "اور تم سب اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، عزیز پڑوسی سے اور ساتھ والے ساتھی سے اور مسافروں سے اور ان غلاموں سے جو اللہ نے تمہارے قبضے میں دیے ہیں، ان سے احسان کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ایسے کسی شخص کو پسند نہیں کرتا جو فخر کرنے والا ہو"۔

اس آیت میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔ [1]

ترجمہ: "جبرائیل مجھے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی مسلسل تاکید کر رہا تھا یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اسکو وراثت میں بھی حصہ دار بنائے گا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لاَ يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي لاَ يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ ۔[li]

"اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں ہوسکتا۔ صحابہ نے عرض کی کون سا شخص اے اللہ کے رسول؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی شرارتوں کی وجہ سے اسکے پڑوسی محفوظ نہ ہوں"۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا

إِنَّ فُلَانَةَ يُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا، وَصِيَامِهَا، وَصَدَقَتِهَا، غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا، قَالَ: هِيَ فِي النَّارِ۔[lii]

"کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت نمازوں، خیر وخیرات کی وجہ سے مشہور ہے، لیکن وہ عورت اپنی زبان کی وجہ سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ تو اللہ کے رسول نے فرمایا کہ یہ عورت جہنمی ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ الأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ ۔[liii]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور سب سے اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے"۔

خلاصہ:

مذکورہ بحث سے یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اسلام سماجی انصاف کا سب سے بڑا علمبردار ہے جس کے گواہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور مسلمانوں کے تاریخی واقعات ہیں. اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے سماجی انصاف کی تلقین صرف کسی ایک خاص طبقہ کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے کی ہے اور خصوصا معاشرے کے مظلوم ومحکوم طبقہ جس میں عورت، غلام، مقروض، مظلوم، یتیم، مزدور اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عورتوں اور غلاموں کی حالت قابل رحم تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے ان دونوں طبقوں کو وہ عزت وشرف بخشا کہ وہ معاشرہ جو بیٹی کی پیدائش پر شرمندگی محسوس کرتا تھا آج وہی معاشرہ بیٹی کی پیدائش کو رحمت سمجھ کر اس پر فخر کرنے لگا، وہ معاشرہ جو کبھی غلام کو اپنے ساتھ بٹھانا بھی پسند نہیں کرتا تھا آج وھی معاشرہ ایک حبشی غلام کو سیدنا بلال کے نام سے پکارنے لگا۔

آج مسلمانوں کے موجودہ زوال کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی کرنا ہے. ہم نے اس مضمون کے ذریعے مسلمانوں کو انکا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کی ھے تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ذلت اور پستی سے نکل کر اپنا کھویا ھوا عروج واپس حاصل کر سکیں۔

حواشی وحوالہ جات

[i] أحمد بن الحسين بن علي البيهقي "السنن الكبرى" جزء10 ص323 دار الكتب العلمية، بيروت 1424ھ

[ii] سورۃ القلم 4

[iii] ابن كثير أبو الفداء إسماعيل بن عمر "السيرة النبوية" ج1 ص261 دار المعرفة بيروت 1395ھ، المعافري عبد الملك بن هشام بن أيوب "السيرة النبوية لابن هشام" ج1 ص133 شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر 1375ھ

[iv] الطبراني سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير " المعجم الكبير " ج10 ص86 مكتبة ابن تيمية-القاهرة

[v] البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبد الله" الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه" ج8 ص21 دار طوق النجاة 1422ھ، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق" سنن أبي داود " ج4 ص278 المكتبة العصرية، صيدا -بيروت.

[vi] البخاري محمد بن إسماعيل "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..."ج9 ص115

[vii] النسائي أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب" السنن الكبرى" ج3 ص455 مؤسسة الرسالة–بيروت 1421ھ

[viii] سورۃ النحل 90

[ix] سورۃ الانعام:152

[x] سورۃ المائدہ 32

[xi] سورۃ الحجرات:۱۳

[xii] أبو شُهبة محمد بن محمد بن سويلم "السيرة النبوية على ضوء القرآن والسنة " ج2 ص572 دار القلم–دمشق 1427ھ الواقدي محمد بن عمر بن واقد السهمي " المغازي " ج3 ص1103 دار الأعلمي–بيروت 1409

[xiii] الخراساني أحمد بن الحسين بن علي بن موسى" دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة " ج5 ص88 دار الكتب العلمية–بيروت 1405ھ

[xiv] الواقدي محمد بن عمر بن واقد ج1 ص56

[xv] سورۃ بنی اسرائیل :۳۱

[xvi] النيسابوري مسلم بن الحجاج ج4 ص2027

[xvii] أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق ج4 ص338

[xviii] البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبد الله "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..."ج7 ص17

[xix] سورۃ النساء:4

[xx] سورۃ النساء:7

[xxi] سورۃ النساء:32

[xxii] المدني محمد بن إسحاق بن يسار" سيرة ابن إسحاق (كتاب السير والمغازي)" ج1 ص195 دار الفكر بيروت 1398ھ

[xxiii] سورۃ الحشر:7

[xxiv] أبو بكر بن أبي شيبة،" الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار " ج4 ص302 مكتبة الرشد–الرياض 1409

[xxv] البخاري محمد بن إسماعيل "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..."ج1 ص124

[xxvi] سورۃ البقرہ:277

[xxvii] سورۃ الفاطر:۳۰

[xxviii] سورۃ ق: 24. 25

[xxix] التوبہ:۳۴

[xxx] سورۃ البقرہ:280

[xxxi] البخاري محمد بن إسماعيل "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..." ج3 ص57

[xxxii] النيسابوري مسلم بن الحجاج ج3 ص1196

[xxxiii] الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمان، ابو محمد، "سنن الدارمی" دار الکتاب العربي-بیروت، 1407ھ، ج2 ص 341

[xxxiv] سورۃ النساء:2

[xxxv] سورۃ النساء:۹

[xxxvi] أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل" مسند الإمام أحمد بن حنبل " ج19 ص464 مؤسسة الرسالة 1421ھ

[xxxvii] البخاري، محمد بن اسماعيل، أبو عبد الله، "الجامع الصحيح المختصر" دار ابن كثير، اليمامة-بیروت، 1407ھ/1987م، ج2 ص97

[xxxviii] الطبراني سليمان بن أحمد بن أيوب" المعجم الكبير " ج12 ص308 مكتبة ابن تيمية–القاهرة

[xxxix] البخاري محمد بن إسماعيل "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..." ج3 ص57

[xl] البخاري محمد بن إسماعيل "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..." ج3 ص149

[xli] العبسي أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم" المصنف في الأحاديث والآثار " ج6 ص484 مكتبة الرشد–الرياض 1409، الطحاوي أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك" شرح معاني الآثار" ج3 ص225 : عالم الكتب 1414ھ،

[xlii] الخراساني أحمد بن الحسين بن علي" دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة" ج3 ص215 دار الكتب العلمية-بيروت 1405ھ

[xliii] المعافري عبد الملك بن هشام بن أيوب ج2 ص638

[xliv] الواقدي محمد بن عمر بن واقد ج2 ص835

[xlv] سورۃ الممتحنۃ:8

[xlvi] الخرساني ابن زنجويه أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله" الأموال لابن زنجويه " ج 2 ص447 مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية 1406ھ

[xlvii] سورۃ التوبہ:6

[xlviii] سورۃ الأنفال:61

[xlix] سورۃ النساء:36

[l] البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبد الله "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..." ج8 ص10

[li] البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبد الله "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور..." ج8 ص10

[lii] الشيباني أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد"مسند الإمام أحمد بن حنبل " ج15 ص421

[liii] الترمذي محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك " الجامع الكبير- سنن الترمذي " ج3 ص397 دار الغرب الإسلامي. بيروت 1998م